تبرّا

اور

اس کے حدود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوۃ والسلام علی نبیہ وآلہ الطاہرین اما بعد تبرا جو آج شیعہ اور
اہلسنت کے درمیان شدید نفرت وعداوت اور جھگڑے کی بنیاد بنا ہوا ہے جسمیں
اسلام کے یہ دونوں بڑے فرقے حد افراط وتفریط تک پہنچے ہوئے ہیں ایک نے
علی الاعلان سر بازار چیخ چیخ کر تبرا کہنا ضروری سمجھ لیا ہے تو دوسرا اس کو حرام
بلکہ کفر کہتا ہے اور اس کا سرے سے منکر ہے جس کے نتیجے میں اسلام کے یہ دونوں
فرقے ایک دوسرے سے اتنا دور ہو رہے ہیں کہ شاید اسلام وکفر میں بھی اتنی دوری
نہ ہو اور ایک دوسرے کا قتل وغارتگری وآبرو ریزی سب جائز ومباح سمجھتے ہیں
جو اچھے آثار نہیں ہیں جس کا انجام نہ دنیا میں بہتر ہے نہ آخرت میں لہذا میں نے ضروری
سمجھا کہ باختصار تبرا کی حقیقت اور اسکے حدود واضح کر دئے جائیں تاکہ یہ دونوں فرقے
اپنے عقیدہ اور مذہب پر باقی رہتے ہوئے ایک دوسرے سے نزدیک ہو جائیں اور
عام اخوت اسلامی پر قائم رہیں

تبرا کے معنی تبرا کے معنی لغت میں بیزاری اور الگ ہونے کے ہیں -
خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا
وراوا العذاب وتقطعت بہم الاسباب ط وقال الذین اتبعوا لو ان لنا کرۃ
فنتبرا منھم کما تبرأوا منا ط کذالک یریھم اللہ اعمالھم حسرات علیہم ط وما ھم بخارجین
من النار ہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ یہ
کیا ہے ترجمہ جس وقت بیزار ہو گئے وہ لوگ جو پیشوا تھے ان لوگوں سے کہ پیروی
کرتے تھے ان کی اور دیکھینگے عذاب کو اور کٹ جائینگے ان کے علاقے اور کہینگے
وہ لوگ کہ پیروی کرتے تھے کاش کہ ہو واسطے ہمارے پھر سے جانا طرف دنیا کے

پس بیزاری کریں ہم ان سے جیسا بیزار ہوئے وہ ہم سے اسی طرح دکھلائے گا ان کو اللہ عمل ان کے واسطے افسوس کے اوپر ان کے اور نہیں ہیں وہ نکلنے والے آگ سے (قران مجید بترجمہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی شایع کردہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی)

حاصل مطلب اس آیت کا یہ ہوا کہ گمراہ کرنے والے پیشوا جب روز قیامت اپنی انکھوں سے اپنا انجام اور عذاب دیکھینگے تو وہ اپنی پیروی کرنے والوں سے بیزاری و تبرا کرینگے تو ان کی پیروی کرنے والے اپنے راہبروں سے دنیا میں بیزاری و تبرا نہ کرنے پر اظہار حسرت و افسوس کریگے اور تمنا کرینگے کہ کاش ہملوگوں کو دنیا میں پھر سے پلٹنا ہوتا تو ہم بھی انلوگوں سے اسی طرح بیزاری و تبرا کرتے جس طرح آج وہ ہم سے بیزاری کر رہے ہیں لیکن باوجود اس بیزاری و حسرت و افسوس کے وہ آتش جہنم سے نجات نہ پائینگے۔

نتیجہ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ گمراہ کرنے والے پیشواؤں سے بیزاری جزو ایمان ہے اور بیزاری نہ کرنے والے کا ٹھکانا دائمی جہنم ہے اسی سبب سے کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ میں یعنی نہیں ہے کوئی خدا سوا اللہ کے۔ جھوٹے معبودوں سے بیزاری اقرار توحید پروردگار کا جزو مقدم قرار دیا گیا ہے۔

مولوی حکیم ابو العلا محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی اپنی کتاب بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۵۵ چھاپہ کانپور میں لکھتے ہیں کہ:

عقیدہ۔ مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر یا معاذاللہ کفر پر ہوا ہے تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیل شرعی سے نہ ہو

مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعا کفر کیا ہو اس کے کفر میں شک کیا جائے کہ قطعی کافر کے کفر میں شک کرنا آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔
(بعد لکھتے ہیں کہ) اس زمانہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ میاں جتنی دیر اسے کافر کہو گے اتنی دیر اللہ اللہ کرو کہ یہ ثواب کی بات ہے
اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ کافر کافر کا وظیفہ کرلو مقصود یہ ہے کہ اسے کافر جانو اور پوچھا جائے تو قطعا کافر کہو نہ یہ کہ صلح کل سے اس کے کفر پر پردہ ڈالو۔

اس تحریر سے معلوم ہوا کہ کافر کو کافر گمراہ کو گمراہ سمجھنا واجب ہے اور اگر کوئی نہ سمجھے تو وہ خود کافر ہو جائے گا۔ ہاں زبان سے کافر کافر یا گمراہ گمراہ رٹنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر کوئی پوچھے یا تعلیم کی ضرورت ہو تو اس کو بتانا ضروری ہے ایسے موقع پر صلح کلی بن کر اسکے کفر یا گمراہی کو چھپانا گناہ ہے

اہلبیت رسول کے دشمن سے بیزاری ○ مولانا امجد علی صاحب اعظمی بہار شریعت حصہ اول ص[illegible] پر لکھتے ہیں کہ **عقیدہ** - اہلبیت کرام رضی اللہ تعالی عنہم مقتدیان اہلسنت ہیں جو ان سے محبت نہ رکھے مردود ملعون خارجی ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنے فتاوی ص ۱۹۳ پانچویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ۔ مروان علیہ اللعنۃ را بد گفتن و بدل از و بیزار بودن خصوصا در سلوکیکہ با حضرت امام حسین رض و اہلبیت می نمود و عداوت مستقرہ ازان بزرگواران در دل داشت از لوازم سنت و محبت اہل بیت است کہ از جملہ فرائض ایمان است۔

یعنی مروان علیہ اللعن کو برا کہنا اور اس سے دل سے بیزار رہنا خاص کر اس کے اس سلوک کی بنا پر جو وہ حضرت امام حسین ؑ اور اہل بیت کے ساتھ کرتا تھا اور ان بزرگان دین سے متقل عداوت اپنے دل میں رکھتا تھا لوازم سنت اور لوازم محبت اہل بیت اور فرائض ایمان میں سے ہے۔

واضح رہے کہ مروان بن حکم صحابی رسول ؐ تھا اور بہت سے صحابہ نے اس سے حدیثوں کی روایت کی ہیں اس کی روایتیں صحاح ستہ میں موجود ہیں اور یہی مروان تھا جس کے لئے حضرت عثمان نے جان دیدی لیکن اس کو مسلمانوں کے حوالہ نہ کیا لیکن چونکہ دشمن اہل بیت تھا اس لئے شاہ صاحب نے اس پر خود بھی لعنت کی ہے اور اس پر لعنت کرنا اور بیزاری کرنا لوازم سنت اور لوازم محبت اہلبیت اور فرائض سنت و فرائض ایمان سے قرار دیا ہے

نتیجہ یہ نکلا کہ گمراہ اور گمراہ کن راہبروں سے تبرا جزو ایمان ہے

ایمان کا تعلق سب سے پہلے قلب سے ہوتا ہے ◇ کسی امر کے اقرار یا انکار اور نفرت و محبت کا تعلق چونکہ قلب سے ہے لہٰذا ایمان اور گمراہ پیشواؤں سے بیزاری و تبرا کا تعلق بھی اولاً قلب سے ہوتا ہے اور زبان و عمل سے اس کا اظہار قلب کا تابع ہے اسی بنا پر حالات اور وقت کے بدلنے سے زبان و عمل سے اظہار ایمان کے احکام بدلتے رہتے ہیں لیکن اقرار یا انکار قلب کے احکام نہیں بدلتے۔

نفاق کی تعریف ✿ اسی سبب سے جو لوگ خدا و رسول پر سچے دل سے ایمان نہیں لائے لیکن زبان و عمل سے ایمان ظاہر کرتے رہے - زبان پر کلمہ اسلام

جاری کرتے تھے۔ تلاوت قرآن کرتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے۔ روزے رکھتے تھے حج کرتے۔ زکوۃ دیتے۔ ان کا نام زبان قرآن میں منافق رکھا گیا اور جہنم کا آخری طبقہ ان کا ٹھکانا قرار دیا گیا ارشاد پروردگار ہے کہ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار (پارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۱۸) یعنی بیشک منافقین جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں ہونگے حضرت رسول اللہؐ پر ایمان لانے والوں میں ایک بڑا گروہ منافقین کا تھا

تقیہ کی تعریف

اور اس کے برعکس جو لوگ صمیم قلب سے خدا اور اس کے رسول اور رسول اللہ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے لیکن کفار و مشرکین کے خوف سے زبان و عمل سے اظہار کفر کیا وہ خدا و رسول کے نزدیک مومن کامل اور معذور سمجھے گئے جیسا کہ حضرت رسول اللہؐ کے جلیل القدر صحابی حضرت عمار یاسرؓ نے جبکہ کفار قریش کی ایذا رسانی سے تنگ آکر حضرت رسول کو برا کہا اور ان کے بتوں کو تعریف کی پھر روتے ہوئے حضرت رسول اللہؐ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اسوقت اس سبب سے بچ کر آیا ہوں کہ میں نے آپ کو برا کہا ہے اور بتوں کی تعریف کی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے دل کی کیا حالت پاتے ہو عرض کیا کہ میرا دل ایمان پر قائم ہے حضرت نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے اگر پھر ایسا موقع آئے تو ایسا ہی کرنا فان عادوا لک فعد لھم بما قلت۔ (روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۸۹ و استیعاب جلد ۲ صفحہ ۳۵۴ و کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴ واسد الغابہ صفحہ ۶۱ وغیرہ)

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عمار یاسرؓ نے جب تقیہ سے اپنی جان بچائی تو ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ومن کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان (پارہ ۱۴ رکوع ۲۰) مولانا رفیع الدین صاحب

محدث دہلوی نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ جو کوئی کفر سے ساتھ اللہ کے پیچھے ایمان لانے کے مگر وہ شخص کہ زبردستی کیا گیا اور دل اس کا آرام میں ہے ساتھ ایمان کے۔

اور موضح القرآن میں ہے کہ پہلے مذکور ہوئے کافروں کے شبہے اب فرمایا کہ جو کوئی شبہے سن کر ایمان سے پھر جائے اس کا دل حال ہے مگر ظالم زبردستی سے اگر منہ سے کفر کا لفظ کہلوائے اور دل میں ایمان برقرار ہے اس کا گناہ نہیں ہے (حاشیہ قرآن مجید مترجم مولانا رفیع الدین صاحب کتب خانہ رشیدیہ دہلی)

اور جس طرح حضرت رسول اللہ صلعم کے آبائی اجداد حضرت ہاشم حضرت عبدالمطلب حضرت عبد اللہ نے بمصلحت و مجبوری اپنے ایمان کو اپنے قلب میں چھپایا اور کفر و شرک سے اپنی بیزاری و نفرت ظاہر نہیں کی یا جس طرح حضرت ابو طالب نے حضرت رسول اللہ صلعم کی حمایت و حفاظت کی غرض سے اپنے ایمان کو چھپایا حالانکہ یہ سب دین حضرت ابراہیم پر تھے اور مسلمان تھے یہ لوگ وہی امت مسلمہ تھے جن کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی دیواریں بناتے وقت دعا کی تھی کہ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک (پارہ ۱ سورہ بقرہ) یعنی اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو اپنا مسلمان بنا اور ہم دونوں کی ذریت سے اپنے لئے ایک مسلمان گروہ بنا۔

یا جس طرح خود حضرت رسول اللہ صلعم قبل بعثت ابتدائے عمر سے چالیس سال کی عمر تک کفر و شرک سے اپنی بیزاری ظاہر نہ کی اور اس کے خلاف زبان نہ کھولی خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت نصب تھے جن کی صبح و شام پرستش کی جاتی تھی

(اپنی ظاہری کمزوری و تنہائی کی بنا پر کفار و مشرکین پر اپنے عقیدے کو بلند آواز اور اعلان کے ساتھ ظاہر کرنے کی جرأت

وقت اور موقع کے انتظار میں

لیکن آپ خاموش دیکھا کرتے تھے نہ آپ نے اس کے خلاف زبان کھولی نہ خدا ہی نے آپ کو حکم دیا کہ آپ لوگوں کو بت پرستی سے روکو حالانکہ آپ اس وقت بھی نبی تھے اور سارے عالم سے زیادہ بہادر و شجاع تھے۔

مولانا محمد امجد صاحب اعظمی بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں کہ

عقیدہ) سب سے پہلے مرتبہ نبوت حضور کو ملا روز میثاق تمام سے حضور پر ایمان لانے اور حضور کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور اس شرط پر منصب اعظم ان کو دیا گیا حضور نبی الانبیا ہیں اور تمام انبیا حضور کے امتی سب نے اپنے اپنے عہد میں حضور کی نیابت میں کام کیا

اور قرآن مجید مترجمہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے شروع میں سوانح عمری رسول کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے کہ

نبوت) قبل نزول وحی آنحضرت صلعم نے رویائے صالحات دیکھنا شروع کیا کاہنوں اور علمائے کتب آسمانی آپس میں آپ کی ظہور شان و نبوت کے چرچے و تذکرے کرنے لگے اور آنحضرت صلعم بخیال عبادت تنہائی و خلوت کو زیادہ پسند کرتے تھے اکثر غار حرا میں تشریف لیجاتے اور وہیں دو دو چار چار شبیں متواتر عبادت الہی میں مصروف رہتے ۔ یہی مضامین تمام تاریخی کتابوں میں ہیں ۔

ان بیانات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم قبل بعثت کئی برس مصلحت سے یہی تقیہ میں گذاری نہ کبھی کفر و شرک کے خلاف زبان کھولی ۔ نہ اپنا مذہب اور اپنی عبادت ظاہر کی عبادت کے لئے غار حرا میں چلے جاتے تھے حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ خانہ کعبہ میں عبادت کا ثواب غار حرا کی عبادت سے کہیں زیادہ ہے لیکن

آپ نے مشرکین کے خوف سے قبل بعثت کبھی کعبہ میں نماز نہیں پڑھی۔
پھر بعثت کے بعد بھی تین سال تک حضرت نے اور حضرت ابوبکر وغیرہ نے تقیہ ہی میں گذار
علامہ شبلی صاحب اپنی کتاب سیرۃ النبی جلد ا صفحہ ۱۵۰ مین لکھے ہیں کہ سب سے پہلا
مرحلہ یہ تھا کہ یہ پرخطر راز کس کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس غرض کے لئے وہ لوگ
انتخاب کئے جاتے تھے جو فیضیاب صحبت رہ چکے تھے جن کو آپ کے اخلاق وعادات
کی ایک ایک حرکات وسکنات کا تجربہ ہو چکا تھا جو پچھلے تجربوں کی بنا پر آپ کے صدق
وعدہ کا قطعی فیصلہ کر سکتے تھے یہ لوگ حضرت خدیجہ آپ کی حرم محترم۔ حضرت علیؑ
تھے جو آپ کی آغوش تربیت میں پلے تھے۔ زید تھے جو آپ کے آزاد کردہ غلام اور
بندہ خاص تھے۔ حضرت ابوبکر تھے۔
پھر لکھے ہیں کہ جو کچھ ہوا پوشیدہ طور پر ہوا نہایت احتیاط کی جاتی تھی کہ محرمان
خاص کے سوا کسی کو خبر نہ ہونے پائے نماز کا جب وقت آتا تو آنحضرت کسی پہاڑ
کی گھاٹی میں چلے جاتے اور وہاں نماز پڑھتے (ایضاً صفحہ ۱۵۱) تین برس تک آنحضرت
نے نہایت رازداری کے ساتھ فرض تبلیغ ادا کیا
اور قرآن مجید مترجمہ مولانا رفیع الدین صاحب کے شروع میں سوانح عمری رسول کریم صفحہ ۳
میں ہے کہ ان بزرگوں کے اسلام لانے سے اسلامیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہو گئی
جسمیں جوان بوڑھے عورت سب شامل تھے لیکن مشرکوں کے خوف سے جنگل اور
پہاڑوں کی طرف چلے جاتے تھے اور وہیں نمازیں پڑھتے۔
پھر لکھتے ہیں کہ وحی کے تیسرے برس آنحضرت کو دعوت عامہ دینے کا حکم صادر ہوا۔
غرض یہ کہ بعثت کے بعد بھی تین برس تک محرمان خاص کے سوا ہر شخص سے اپنے دین اور

اور اپنی عبادت کو چھپایا آنکھوں سے سامنے بت پرستی ہوتی رہی لیکن آپ نے زبان
نہ کھولی اور تبلیغ بھی فرمائی تو نہایت رازدارانہ اور پوشیدہ طریقہ پر خاص خاص لوگوں
کو پھر آپ نے مکہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ ہجرت بھی نہیں فرمائی بلکہ جبتک سخت
تقیہ کا دور رہا مکہ ہی میں رہے۔ لہذا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے جو تحفۂ اثنا عشریہ
باب ۱۱ فوائد عظیمہ میں تقیہ کے بیان میں لکھا ہے کہ اور تعریف تقیہ کی یہ ہے کہ محافظت
جان یا مال یا ناموس کی دشمن کے شر سے اور یہ دو قسم ہے ایک یہ کہ بنیاد عداوت دین
و مذہب پر ہو جیسے کافر و مسلمان دوسرے یہ کہ بنیاد اس کی دنیا کی غرضوں پر ہو جیسے
ملک و مال یا زن و متاع پس تقیہ بھی دو قسم ہے اول اس کا طریق یہ ہے کہ جب
مومن ایسی جگہ جا پڑے کہ اپنے دین و مذہب کو ظاہر نہیں کر سکتا مخالفوں کے سبب سے
تو اس پر ہجرت واجب ہے یعنی وہاں سے اٹھ جانا اور اس جگہ کو چھوڑ دینا اور وہاں
چلا جانا جہاں ظاہر کر سکے یہ اس کو ہرگز جائز نہیں کہ آپ کو چھپائے رہے اور اپنے
ضعف کے عذر پر تمسک کرے اور سند ٹھہرائے موافق نصوص قطعی قرآن کے قولہ
یا عبادی ان ارضی واسعہ فایای فاعبدون ٥ ترجمہ اے میرے بندو بیشک میری زمین
بہت چوڑی ہے پس میری ہی عبادت کرو = یہ حکم مطلقاً درست نہیں ہے بلکہ اسمیں
ایک شرط یہ ہے کہ ہجرت ممکن ہو دوسری شرط یہ ہے کہ کوئی ایسی جگہ موجود ہو جہاں
جا کر آزادی سے خدا کی عبادت کر سکے اور زندگی کر سکے ورنہ ہجرت واجب نہیں ہے
بلکہ تقیہ میں بسر کرے جبتک خدا اس کو اتنی قوت عطا فرمائے کہ وہ اپنے مذہب کو ظاہر
کر سکے جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے اور آپ کے اصحاب نے کیا۔
یا جیسا کہ عباسی خلیفہ ماموں الرشید کے زمانہ میں جب ایک نہایت لایعنی اور لغو

عقیدہ قدامت قرآن نے جنم کیا اور اتنی شدت کے ساتھ کہ اس کا منکر کافر اور خارج
از اسلام سمجھا جانے لگا اور مامون الرشید نے جو ایک مفکر اور صاحب علم بادشاہ
تھا اس عقیدہ کو سختی سے روکنا چاہا اور اپنے گورنر اسحاق بن ابراہیم خزاعی
کو جو بغداد کا حاکم تھا لکھا کہ تم کل علماء اور قضاۃ کو بلا کر میرا خط سنا دو
اور اس عقیدہ سے روکو اور ان سات آدمیوں کو میرے پاس بھیجدو محمد بن سعد
کاتب واقدی - یحیٰ ابن معین - ابو خثیمہ - ابو مسلم مستملی - یزید ابن ہارون
اسماعیل بن داؤد - اسمعیل بن ابی سعود جب یہ ساتوں آدمی مامون کے پاس
پہونچے تو اس نے انلوگوں سے قرآن کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کا سوال کیا اور جتنک
انلوگوں نے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کیا انکو بغداد جانے نہ دیا آخر انلوگوں
نے تقیہ کرکے قرآن کا مخلوق ہونا مان لیا
پھر مامون نے اسحاق کو لکھا کہ احمد بن حنبل - بشر بن ولید - ابو حسان زیادی -
علی بن مقاتل - فضل بن عاصم - عبداللہ بن عمر قواریری - علی بن جعد - سجادہ -
ذیال بن ہیثم - قتیبہ ابن سعد - سعدویہ وسطی - اسحاق ابن اسماعیل - ابن نصر
ابن علیہ اکبر وغیرہ کو بلواؤ اور ان سے کہو کہ ان سات شخصوں نے قرآن کا مخلوق
ہونا مان لیا ہمذا تم بھی قبول کرو اور اگر قبول نہ کریں تو ان کا سر کاٹ لو
آخر انلوگوں نے بھی تقیہ کرکے قبول کر لیا یعنی بہ جبر (دیکھئے تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۱
تا صفحہ ۲۱۳ وطبری جلد ۷ صفحہ ۱۹۵ تا صفحہ ۲۰۰ وغیرہ
ان بڑے بڑے علماء و قضاۃ اہلسنت نے خود اپنے ہم مذہب خلیفہ سے تقیہ
کیا چنانچہ علامہ سیوطی نے صاف لکھا ہے الخ تو قفوا اولاً ثم اجابوا تقیۃ (تاریخ

الخلفاء ص ۲۱۱) پہلے انلوگون نے اسکے قبول کرنے مین توقف کیا پھر تقیہ کرکے قبول کرلیا۔
اور مامون کی زندگی تک اسی تقیہ مین رہے لیکن ہجرت نہین کی حالانکہ انکے مذہب مین
قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ کفر تھا باوجود اسکے انلوگون نے کفر کو اختیار کرلیا
لیکن نہ جان دی نہ ہجرت اختیار کی۔
میرے ان بیانات سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوگئی کہ انبیاء اور ائمہ علیہم السلام
کے لئے بھی جان و مال حرم و عزت کی حفاظت کے لئے تقیہ جائز ہے اور تقیہ کا
حکم نبی و غیر نبی سب کے لئے عام ہے ہوا جو لوگ یہ کہتے ہین کہ انبیا و ائمہ
علیہم السلام کے لئے تقیہ جائز نہیں ہے کیونکہ اگر انکے لئے بھی تقیہ جائز ہوگا تو
انبیاء کی بعثت اور ائمہ کے نصب سے فائدہ کیا ہوگا۔ یہ ایک کھلا ہوا
دھوکہ ہے اسلئے قرآن مجید کا حکم عام اور صریح عمل انبیاءؑ کے ہوتے ہوئے
جس پر حضرت رسول اللہؐ کی قبل بعثت چالیس برس کی زندگی اور بعد بعثت
تین برس کی زندگی شاہد ہے اس قسم کی خیال آرائیاں کوئی حقیقت نہین رکھتیں۔
اور اگر ایسی ہی خیال آرائیان کی جائین تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام
کے لئے خود کشی واجب کردی گئی تو ان کی بعثت کا فائدہ کیا ہوگا۔
یہ سب افراط و تفریط اور جہالت کی باتین ہین جس سے شریعت کا دامن پاک ہے
اصل یہ ہے کہ اپنی زندگی و عزت و آبرو کی حفاظت کے ساتھ تبلیغ و خدمت
دین پروردگار عالم نے انبیا و ائمہ علیہم السلام پر فرض کیا تھا جہان حفظ و بقائے
زندگی کو اہمیت حاصل تھی وہان زندگی کا بچانا واجب تھا جہان حفظ و بقائے
دین کے لئے قربانی و جہاد کو اہمیت حاصل تھی وہان قربانی و جہاد واجب تھا
چنانچہ خود حضرت رسول اللہؐ کی زندگی مین آپ کو ہر امر کی نظیر نظر آئے گی ایک دور ایسا

کی زندگی کا ایسا گزرا جسمیں آپ نے کفر وشرک کے خلاف زبان بھی نہ کھولی اور خود
اپنے مذہب کو بمصلحت پوشیدہ رکھا پھر ایک دور ایسا آیا جبکہ آپ نے ایک مخصوص
اور محدود دائرہ کے اندر جہاد باللسان شروع کیا لیکن اکثریت سے چھپایا
تیسرا دور وہ آیا جسمیں آپ نے بالاعلان تبلیغ شروع کی لیکن باوجود انتہائی
سختی کے بھی تلوار نہیں اٹھائی چوتھا دور وہ آیا جبکہ آپ نے جہاد باللسان
کے ساتھ جہاد بالسیف بھی شروع کیا اور جان اور مال کی قربانیاں بھی دیں
ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ایمان باللہ اور کفر وشرک اور گمراہ کرنے والے پیشوائوں سے
بیزاری کا تعلق درحقیقت قلب سے ہے جسمیں ہرگز تقیہ جائز نہیں ہے بلکہ ہر وقت اور ہر جگہ
ہر بالغ و عاقل انسان پر واجب ہے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ من کفر باللہ من بعد
ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیہم غضب من
اللہ ولہم عذاب الیم (پارہ ۱۴ رکوع ۲۰) یعنی اس شخص کے سواے جو کلمہ کفر پر مجبور کیا جائے
اور اس کا دل ایمان پر قائم ہو جو شخص بھی ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے اور کفر
کے لئے اپنا دل کھول دے تو اس پر خدا کا غضب اور سخت عذاب ہے۔
عمل سے اظہار بیزاری عمل سے اظہار بیزاری یہ ہے کہ کفار و اہل بدعت کے اجتماعات
مذہبی و بدعات و عبادات سے کنارہ کش رہے اور اعمال و عبادات میں دین حق کے طریقہ
پر گامزن رہے لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ اپنی یا کسی دوسرے برادر مومن یا عام مومنین
کی جان یا مال محترم یا عزت و آبرو کے ضایع و برباد ہونے کا خوف نہ ہو
دوسرا طریقہ عمل سے اظہار بیزاری کا جو آجکل رائج ہے یہ کہ لوگ جس کے مخالف ہوتے ہیں
اس کی ارتھی بنا کر پھونکتے ہیں۔ اس کے متعلق حضرت آیۃ اللہ محسن حکیم فرماتے ہیں کہ۔
لایجوز تجسیم عمل الصور المجسمہ۔ محسن الطباطبائی الحکیم
(مہر شریف) ۱۳۷۶
۲۳ ع

ہرگاہ مزن رہیں لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ اپنی یا کسی دوسرے برادر مومن یا عام
مومنین کی جان یا مال محترم یا عزت وآبرو کے ضایع و برباد ہونے کا خوف نہ ہو
اور دوسرا طریقہ عمل سے اظہار بیزاری کا یہ ہے کہ کفار کے معبودوں یا ائمہ ضلال
کا پتلا بنا کر پھونکا جائے اور اس کی توہین کی جائے اس کے متعلق حجت الاسلام
مولانا سید ذیشان حیدر صاحب قبلہ دام فضلہ نے حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ آقائی
سید محسن حکیم دام ظلہ سے استفتاء فرمایا تھا جس کو مع جواب کے مومنین کے
لئے نقل کر رہا ہوں۔

سوال ھل یجوز تجسیم ائمۃ الخلاف فی الاعیاد ام لا۔
ترجمہ آیا عید کے دنوں میں ائمہ خلاف کا مجسمہ بنانا جائز ہے یا نہیں۔

جواب لا یجوز تجسیم عمل الصور المجسمہ
ترجمہ صور مجسمہ کا بنانا جائز نہیں ہے

محسن الطباطبائی الحکیم

(مہر شریف) ۱۳۷۶
۳۰ ح

(نوٹ) مومنین کو چاہئے کہ ہرگز ایسا ناشائستہ کام نہ کریں کیونکہ اس میں دوہری
قباحتیں ہیں ایک تو یہ کام اس لئے ناجائز ہے کہ جاندار کی مجسم تصویر بنانا شرعا
حرام ہے دوسرے یہ کام فتنہ و فساد و بغض و عناد کا سبب ہے جن مقامات پر
نویں ربیع الاول کو یہ لغو اور ناجائز کام ہوتا ہے فورا بند کر دیا جائے۔
زبان سے اظہار بیزاری ✤ زبان سے اظہار بیزاری کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنے
خاص اجتماعات میں جہاں کوئی غیر نہ ہو قرآن واحادیث اور معتبر تواریخ وعقل کی روشنی

میں حق باتیں بیان کی جائیں اور باطل کی رد کی جائے اس کے جائز ہونے میں کوئی
اشکال نہیں ہے بلکہ بہترین عبادت ہے۔ حضرت امام جعفر صادق ع نے فرمایا کہ ہمارے
علماء ہماری سرحد کے نگہبان ہیں وہ شیطان اور اس کے لشکر کو ہماری سرحد
سے دور کرتے ہیں کہ وہ شیعوں کو گمراہ نہ کر دے ہمارے شیعوں میں سے جو شخص
اس کام کے لئے آمادہ ہو جائے وہ اس شخص سے بہتر ہے جو کفار ترک و روم
سے ہزار ہزار مرتبہ جہاد کرے اسلئے کہ وہ عالم ہمارے شیعوں کے دین
کی حفاظت کرتا ہے اور یہ جہاد کرنے والا ان کی جان کی حفاظت کرتا ہے
(فصول المہمہ فی اصول الائمہ باب ۳۵ ص ۷۸)

۲۔ یہ کہ عام اجتماعات میں شائستہ اور مہذب الفاظ میں احقاق حق اور ابطال باطل کرے
یہ بھی جائز ہے اگر فتنہ و فساد و جان و مال محترم و عزت و آبرو کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہو
ابو خالد قماط نے حمران سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق ع کی خدمت
میں عرض کیا کہ میں کچھ سوال کروں فرمایا ہاں پوچھو میں نے عرض کیا کہ پہلے میری حالت یہ تھی
کہ مختلف مقامات میں جا کر لوگوں کو دین حق کی طرف دعوت دیتا تھا تو خدا جس کو چاہتا
تھا گمراہیوں سے نجات دیتا تھا لیکن اب میں کسی کی ہدایت نہیں کرتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ
کیا حرج ہے کہ لوگوں کا معاملہ خدا پر چھوڑ دو خدا جس کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لیجانا
چاہتا ہے لے جاتا ہے پھر فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اگر کسی کو خیر کی طرف مائل
دیکھو تو اس کو کچھ بتا دو میں نے عرض کیا کہ قول پروردگار ومن احیاها فکانما احیا الناس
جمیعا (پارہ ۶ سورہ مائدہ) یعنی جس نے ایک آدمی کو جلا لیا تو گویا اس نے سب لوگوں
کو جلا لیا — کے معنی کیا ہیں فرمایا جلنے اور غرق ہونے سے بچانا مقصود ہے پھر خاموش ہو گئے
پھر فرمایا اس کی سب سے بڑی تاویل یہ ہے کہ کسی نے کسی کو دین حق کی دعوت دی اور اس نے

اس کو قبول کر لیا۔ (تو گویا اس نے اس کو اور سارے انسانوں کو جلا لیا) (وسائل الشیعہ کتاب الامر بالمعروف باب استحباب الدعاء الی الایمان والاسلام مع رجاء القبول وعدم الخوف)

۱۳۔ ناشائستہ الفاظ اور تند و تلخ لہجہ میں عام اجتماعات میں باطل کی رد اور ان کے بزرگوں کی توہین و تنقیص و سب و شتم کیا جائے جیسا کہ بعض مقررین کا شعار ہے جو اپنی مقبولیت و نام نمود کے لئے آتش فشان تقریریں کرتے ہیں اور سادہ لوح مومنین اور دوستداران آل محمدؑ کو بلاؤں میں مبتلا کرتے ہیں اور مخالف کو بجائے دوستی کے اہلبیت علیہم السلام کا دشمن بناتے ہیں چنانچہ وہ اپنی جہالت کی بنا پر صرف جذبہ انتقام میں اپنی تحریر و تقریر میں آل رسول کی تنقیص کرتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اہلبیت رسولؐ کے دشمن اور تنقیص کرنے والوں کا ٹھکانا ابدی جہنم ہے اور وہ باجماع امت اسلام سے خارج ہیں۔

ایسے مقررین کو چاہئے کہ مومنین پر رحم کریں اور انکی جان و مال و عزت و آبرو اور سکون و آرام کو اپنے مفاد پر قربان نہ کریں ورنہ روز محشر جواب دہ ہونگے خدا کے نزدیک مومن کی جان و مال و ابرو کی بڑی قیمت ہے۔

اور مومنین کا فرض ہے کہ وہ ہرگز ایسے مقررین کو تقریر کا موقع نہ دیں۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبوا اللّٰہ عدوا بغیر علم کذالک زینا لکل امۃ عملھم ثم الی ربھم مرجعھم فینبئھم بما کانوا یعملون ۰ (سورہ انعام پارہ ۷ رکوع ۱۹) یعنی یہ مشرکین خدا سمجھ کر جن کی پرستش کرتے ہیں انہیں تم لوگ برا نہ کہا کرو ورنہ یہ لوگ بھی بے سمجھے عداوت سے خدا کو برا کہیںگے اسی طرح ہم نے ہر امت کے اعمال ان کے لئے سنوارے ہیں پھر تو ان کو پروردگار ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے تب وہ

دنیا میں جو کچھ کرتے تھے انکو بتا دے گا۔
اس آیت میں پروردگار عالم نے مسلمانوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ کفار کے معبودوں کو
انکو سب وشتم نہ کریں ورنہ وہ اپنی جہالت سے خدا کو برا کہینگے جس کا گناہ تم پر ہوگا
اس آیت کی تفسیر میں مولانا عمار علی صاحب نے تفسیر عمدۃ البیان میں ایک روایت نقل کی
کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق ع کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے مسجد میں ایک شیعہ
کو دیکھا ہے کہ وہ آپ کے دشمنوں کو برا کہتا ہے حضرت نے فرمایا کہ کیا ہوا ہے اس ملعون
کو کہ ہمارے درپے ہوا ہے — یعنی لوگوں کو ہمارا دشمن بنا رہا ہے اور ہماری جان اور عزت
کو خطرہ میں ڈال رہا ہے۔
ہشام کندی نے حضرت امام جعفر صادق ع سے روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کہ ایاکم ان
تعملوا عملا نعیر بہ فان ولد السوء یعیر والدہ بعملہ کونوا لمن انقطعتم الیہ
زینا ولا تکونوا علینا شینا صلوا فی عشائرہم وعودوا مرضاہم واشھدوا جنائزہم
ولا یسبقوکم الی شیء من الخیر فانتم اولی بہ منہم۔ (وسائل الشیعہ کتاب الامر بالمعروف
باب ۲۶) یعنی دیکھو ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرنا جس کے سبب سے ہم پر عیب
لگایا جائے نا خلف لڑکا اپنے برے اعمال کی وجہ سے اپنے باپ پر عیب
لگاتا ہے تم اپنے ائمہ علیہم السلام کے لئے جن کا تم نے دامن پکڑا ہے زینت
ہو انکے لئے سبب عار و ننگ نہ بنو۔ ان کی جماعت میں (اگر وقت پڑ جائے)
تو نمازیں پڑھ لو انکے مریضوں کی عیادت کرو انکے جنازوں کی مشایعت
کرو دیکھو وہ نیکی میں تم سے سبقت نہ لیجائیں تم بنسبت انکے نیکی کرنے
کے زیادہ سزاوار ہو۔
یہ ہیں ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام کے تعلیمات جنکو ہم آج بھولے بیٹھے ہیں اگر ہم ان پر

[illegible] ... تو ہماری دنیا اور آخرت دونوں سنور جاتی اور ... [illegible]

[illegible]

امامت
... الاعلی نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق ؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہماری امامت
کا اعتقاد صرف یہ نہیں ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے اور اس کو قبول کر لیا جائے بلکہ ہماری
امامت کے اقرار کا ایک جزو یہ بھی ہے کہ نااہل سے اس کی حفاظت کی جائے۔
رحم اللہ عبداً اجتر مودۃ الناس الینا حدثوھم بما یعرفون واستروا عنھم ما
ینکرون۔ خدا رحم کرے اس بندے پر جو لوگوں کی محبت ہم لوگوں کی طرف کھینچے تم
ان سے وہی باتیں بیان کرو جس کو وہ قبول کر لیں اور وہ باتیں ان سے نہ کہو
جس کو وہ قبول نہ کریں۔ (وسائل الشیعہ کتاب الامر بالمعروف باب ۲۴)
دوستداران اہلبیت ؑ اپنے اجتماعات اور اپنی مجلسوں کو اتنا پاکیزہ اور پر خلوص بنائیے
اور اپنے بیانات کو اتنا شیریں اور نرم بنائیے کہ ہر شخص آپ کی مجلس میں بیٹھ سکے
اور ہر دل اس کو قبول کر لے پھر حق کی جاذبیت کا معجزہ دیکھئے بس یہی روح دعوت
و جان تبلیغ ہے وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین فقط
سید علی الرضوی قمی گوپال پوری
در
اٹروله ضلع گونڈا
۲۴ جولائی شب شنبہ
۱۹۶۹ء